از حضرت مولانا محمد یوسف صاحب - ماموں کانجن
رکن اعزازی "الحق"

عمر احمد عثمانی کی تحریفات کا اجمالی جائزہ

طلاق کے احکام

نوٹ : مندرجہ ذیل اقتباسات "طلاق کے احکام" سے بلفظہٖ لئے گئے ہیں جو فکر و نظر جلد ۲ شمارہ نمبر ۲ تا ، میں شائع ہوا ——— مقالہ پر تنقید حاشیہ یا عنوانات کی صورت میں کی گئی ہے (ادارہ)

ماڈرن اسلام کی ماڈرن تفسیر الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان (الی قولہ تعالیٰ) فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنكح زوجاً غيرہ ۔ (ترجمہ کے بعد) ان آیات سے ظاہر ہے ۔ کہ قرآن کریم کی رو سے طلاق کا طریقہ یہ ہے کہ ہر طرح کی مصالحتی کوشش بروئے کار آنے کے بعد[1] جب یہ ثابت ہو جائے ، کہ میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی ، تو شوہر طلاق دیکر معاہدۂ نکاح کو فسخ کرنے کا اعلان[2] کر سکتا ہے ۔ پہلی مرتبہ اس اعلان کے بعد شوہر کو پھر بھی یہ اختیار باقی رہتا ہے ، کہ اگر وہ چاہے تو عدت کے دوران طلاق سے رجوع کرے ، قریب تین[3] ماہ کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا ۔ شوہر اس عرصہ میں اپنے فیصلہ پر

---

[1] لیکن موجودہ "فیملی لاز" کی شریعت میں ، قرآنی آیات کے علی الرغم ، تین طلاقیں دینے کے بعد مصالحتی کوشش بروئے کار لانے " کا فتویٰ صادر فرمایا جاتا ہے ، کیا یہ قرآن کی صریح مخالفت تو نہیں ہے ؟

[2] اس اعلان (ایک طلاق رجعی) سے نکاح بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہے ۔ ؟ یا بدستور باقی رہتا ہے ؟ اگر نکاح باقی ہے ، تو مزید طلاق کا حق کیوں نہیں ۔ ؟

[3] قرآن کریم ایسی عورتوں کیلئے جنہیں ایام آتے ہوں ، عدت طلاق تین حیض (یا تین طہر[4] اختلاف قولین) بتلاتا ہے ، لیکن عائلی شریعت " میں نوے دن کی عدت کا فتویٰ دیا گیا ہے ۔

نظر ثانی کر سکتا ہے، بیوی بھی شوہر کو منانے اور راضی کر لینے کی کوشش کر سکتی ہے، اگر اس عرصہ (عدت) میں شوہر نے طلاق سے رجوع کر لیا، فبہا، ورنہ عدت گذر جانے کے بعد رشتہ نکاح بالکلیہ منقطع ہو گیا۔ تاہم اب بھی میاں بیوی کو اسکی اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں تو تجدید معاہدہ کے ساتھ از سر نو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، اگر شوہر نے عدت کے دوران رجوع کر لیا تھا، یا عدت گذر جانے کے بعد تجدید نکاح کر لی تھی، لیکن مزید تجربہ کے بعد پھر وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دونوں کا نباہ ممکن نہیں، اور وہ ایک دوسرے کے حقوق و واجبات کا حقہ ادا نہیں کر سکتے۔ اور شوہر دوسری مرتبہ پھر طلاق دے دیتا ہے تو اس دوسری مرتبہ کی طلاق کے بعد بھی اسکی گنجائش باقی رہتی ہے، کہ دونوں اب بھی اپنی اصلاح کر لیں، اور جو باتیں ایک دوسرے کیلئے وجہ شکایت ہوں ان کا ازالہ کر لیں۔ لہٰذا اگر صورت حال سدھر جانے کی توقع ہو تو شوہر کو اس مرتبہ بھی یہ حق باقی رہتا ہے، کہ وہ عدت کے زمانہ میں طلاق سے رجوع کرے، اگر عدت گذر چکی ہے تو میاں بیوی پھر باہمی رضامندی سے تجدیدی معاہدہ کے ذریعہ از سر نو نکاح کر سکتے ہیں، اگر اس مرتبہ بھی تجربہ سے یہی ثابت ہوا کہ وہ دونوں واقعی نباہ نہیں کر سکتے اور شوہر تیسری مرتبہ پھر طلاق دیدیتا ہے، تو اب یہ عورت اس کے لئے قطعاً حرام ہو گئی، اب وہ نہ عدت کے دوران اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور نہ عدت کے بعد تجدید نکاح کر سکتا ہے، اب یہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، لیکن اگر اس کا گذارا وہاں بھی نہ ہو سکے، اور دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دیدے یا وفات پا جائے تو اب یہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس قدر دھکے کھا لینے کے بعد اب توقع کی جا سکتی ہے کہ شاید اسے عقل آگئی ہو، اور اب وہ اپنے شوہر کے ساتھ واقعی نباہ کر سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یقین ہے کہ شوہر کو بھی اپنی حماقتوں کا احساس ہو گیا ہوگا اور وہ بھی واقعتہً اس کے ساتھ نباہ کر لینے کے لئے تیار ہو گیا ہوگا۔" (فکر و نظر جلد ۷ ش ۲ ص ۹۹ - ۱۰۰)

۱۔ اس تفسیر کا حاصل صرف یہ ہے، کہ ایک طلاق کے بعد جب تک رجعت نہ کر لی جائے، (یا ختم عدت کے بعد تجدید نکاح نہ کر لی جائے) نہ تو مزید طلاق دینے کا حق ہے۔ اور نہ وہ نافذ ہونگی، لیکن یہ مقالہ نگار کی "ذہنی اپج" اور "خیالی مفروضہ" ہے، جو "عائلی شریعت" کی وجہ جواز پیدا کرنے کے لئے تراشا گیا ہے، ورنہ نہ تو سلف صالحین میں سے کسی معتبر قول پر یہ مبنی ہے۔ (جیسا کہ اگلے اقتباس سے واضح ہوگا) نہ قرآن کریم کے الفاظ سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں ایک نکاح کیلئے طلاق کا کامل نصاب تین طلاقیں اور اس کے برعکس عائلی شریعت" ایک نکاح میں ایک طلاق" کا فتویٰ دیتی ہے۔

طلاقِ سنت میں صحابہؓ اور فقہاء کے مذاہب کی تفصیل اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ ان عورتوں کیلئے جنہیں ایام آتے ہوں، طلاق سنت کیا ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے اصحاب (تمام علمائے احناف) نے کہا ہے کہ بہترین طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دے جب وہ ایام سے پاک ہو چکی ہو، اور وہ اس کے پاس نہ گیا ہو، پھر وہ اسے چھوڑ دے تاآنکہ اسکی عدت پوری ہو جائے، اور اگر وہ اسے تین طلاقیں دینا چاہتا ہو، تو ہر طہر کے وقت ایک طلاق دیدے، اس کے پاس جانے سے پہلے پہلے ـــــ سفیان ثوریؒ کا قول یہی ہے، اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ ہمیں ابراہیم نخعیؒ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کے متعلق یہ بات پہنچی ہے کہ وہ اسی کو پسند کرتے تھے کہ لوگ ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دیں۔ حتیٰ کہ عورت کی عدت گذر جائے، اور یہ صورت ان کے نزدیک اس سے افضل ہے کہ آدمی ہر طہر کے وقت ایک ایک طلاق کر کے، اسے تین طلاقیں دیدے" (اگرچہ یہ دوسری صورت بھی ان کے نزدیک جائز تھی، اور وہ تین طہروں میں دی گئی۔ تین طلاق کو شرعاً صحیح اور نافذ سمجھتے تھے، اور یہی حنفیہؒ کا مذہب ہے۔ جیساکہ اوپر معلوم ہوا۔ ناقل) امام مالکؒ، عبدالعزیز بن سلمۃ الماجشونؒ، لیث بن سعدؒ، حسن بن صالحؒ اور امام اوزاعیؒ نے کہا ہے کہ طلاقِ سنت یہ ہے کہ عورت کو طہر میں مقاربت سے پہلے ایک طلاق دیدی جائے، یہ حضرات عورت کو تین طہروں میں تین طلاقیں دینے کو مکروہ (ناپسند) سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی اس سے رجوع کرنا نہیں چاہتا تو وہ ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے تاآنکہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔ (تاہم یہ تین طلاقیں ان کے نزدیک نافذ اور شرعاً معتبر ہوں گی کما فی الموطا۔ ناقل) ـــــ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔ جیساکہ مزنی نے ان سے روایت کی ہے۔ کہ شوہر کے لئے تین طلاقیں دینا حرام نہیں، اگر شوہر اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تجھے سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں۔ اور عورت پاک ہو چکی ہو اور شوہر اس کے پاس بھی نہ گیا ہو تو تینوں طلاقیں ایک ساتھ پڑ جائیں گی[1] بحوالہ امام ابوبکر جصاصؒ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۴۷" (فکر و نظر جلد ۲ ش ۲ ص ۱۰۳)

---

[1] ان تمام مذاہب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر تین طلاقیں، تین طہروں میں متفرق کر کے واقع کی جائیں تو بالاجماع نافذ ہو جائیں گی ... [illegible] ہو جائے گی۔ البتہ احناف کے نزدیک یہ صورت غیر احسن ہے، تمام صحابہؓ کے نزدیک غیر [illegible] ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک کراہت اور ناپسندیدگی کا پہلو رکھتی ہے۔ لیکن نہ تو ایک سے زائد طلاق کا، ایک نکاح اور متفرق طہروں میں، کسی نے کبھی حق سلب کیا ہے، نہ اسے غیر نافذ، غیر معتبر، لغو، اور لایعنی قرار دیا ہے ـــــ

* * *

> تمام امت کا یہ فتویٰ کہ "تین طہروں میں تین طلاقیں واقع کرنا صحیح اور نافذ ہے" تلاعب بالقرآن ہے۔

اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے، تو اس شخص کا جرم جو اپنی بیوی کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے کر اسے اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے، اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہے۔ جو بیک وقت تین طلاقیں دے کر اسے اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے، کیونکہ یہ دوسرا شخص محض خدا کے ایک حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ مگر پہلا شخص قرآن کے الفاظ سے کھیلتا ہے اور قرآن کے منشار کے خلاف عمل کرتے ہوئے خود قرآن ہی کے الفاظ کی آڑ لیتا ہے" (فکر ونظر جلد ۲ ش ۳۔ ص ۱۶۵)

> تین طہر میں تین طلاق کے قائلین قرآنی منشاء سے منحرف، یہودی ذہنیت کے مالک اور قرآنی روح کے پامال کنندہ ہیں، خطرہ ہے کہ کہیں انہیں بندر نہ بنا دیا جائے۔

لیکن کچھ لوگ[1] ایسے پیدا ہوئے جو قرآن کے اس منشار پر تو عمل کرنا نہیں چاہتے، "حکم کی روح کو کچل کر حکم کے الفاظ کی آڑ لینا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ قرآن نے یہی فرمایا ہے ناکہ تین طلاقیں تین مرتبہ کرکے مختلف اوقات میں دی جائیں، لہٰذا ہم بھی یہ تین طلاقیں تین طہروں میں کرکے دے دیتے ہیں، تاکہ قرآن کے الفاظ کی گرفت سے بھی بچ جائیں، اور بیوی کو اپنے اوپر یوں حرام بھی کرلیں، یہ وہی "یہودی ذہنیت" ہے، جو وحی الٰہی کے منشار کے خلاف "وحی کے الفاظ سے کھیلنے" کی عادی رہ چکی ہے۔ (یہاں اصحاب السبت کا واقعہ مذکور ہے) بعینہٖ یہ حال ان لوگوں کا ہے کہ وہ بھی یہودیوں کی طرح "قرآن کی روح کو پامال کرکے" قرآن کریم کے الفاظ سے "کھیلنا" چاہتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی صورتیں مسخ کرکے ان کو "ذلیل بندر" بنا دیا تھا ——— (فکر ونظر جلد ۲ ش ۳ ص ۱۶۵ - ۱۶۶)

> ایک عجیب وغریب نکتہ "یقیناً" ——— اور ——— ہونگے"

" ان میں "یقیناً"[2] "ایسے لوگ بھی ہوں گے" جو سیدھی سادھی طرح خدا کی نافرمانی کرکے سبت کے دن بھی مچھلیوں کا شکار کھیل لیتے "ہونگے"۔

---

[1] کچھ لوگ نہیں بلکہ خود "مقالہ نگار" کی نقل کے موافق تمام صحابہ، تابعین، اور ائمہ مجتہدین، بلکہ "عائلی شریعت" کے نافذ ہونے سے قبل کی تمام امت، اگر "فاضل وفقیہ" مقالہ نگار کے نزدیک ان بدترین جرائم کے مرتکب صرف "کچھ لوگ" ہیں تو وہ ان "بہت سے لوگوں" کا نام بتلائیں۔ جن کے نزدیک تین طہروں کی تین طلاقیں شرعاً غیر معتبر ہیں۔ اور وہ ان تینوں کو صرف "ایک رجعی طلاق" قرار دیتے ہیں۔

[2] اصحاب سبت کا واقعہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔ لیکن یہ "یقیناً ہونگے" کی منطق کہاں مذکور ہے، کیا یہ مقالہ نگار کا "اجتہاد فی التاریخ" تو نہیں۔

مگر خدا نے ان کو یہ سخت سزا نہیں دی تھی۔ (فکر و نظر جلد ۲ شمارہ ۳ ص ۱۹۶-۱۹۷)

ان تمام حضرات کا یہ فتویٰ الفاظِ قرآن کے خلاف ہے

"یہ طریقہ" طلاق جسے بدقسمتی سے طلاق مسنون کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ کے خلاف ہے" (حوالہ بالا ص۱۷۵)

بلکہ عقل و بصیرت کے بھی

"صرف اتنا ہی نہیں کہ "مروجہ مسلک" (جسکی تائید صحابہ کرامؓ کے اجماعی فتویٰ سے حاصل ہے۔ ناقل) قرآنِ کریم کے خلاف ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو عقل و بصیرت کے خلاف بھی معلوم ہوتا ہے۔" (حوالہ بالا ص۱۷۶)

دورِ فاروقی کا حسین مرقع محمد حسین ہیکل کی زبانی

اغلب[1] گمان یہ ہے کہ جو لوگ حضرت عمرؓ کے عہد میں اپنی بیویوں کو طلاقیں دیتے تھے، وہ طلاق دینے کے بعد بیویوں کے ساتھ مہربانی کا کوئی سلوک نہیں کرتے تھے۔ بات یہ تھی کہ عراق و شام سے گرفتار ہو کر بیشمار عورتیں آگئی تھیں، مدینہ منورہ بلکہ تمام جزیرۂ عرب کے لوگ ان کے حسن و جمال کے گرویدہ ہو رہے تھے، لہٰذا لوگ اپنی بیویوں کو دھڑا دھڑ طلاقیں دینے لگے تھے، تاکہ ان حسین و جمیل لڑکیوں کی رضامندی حاصل کر سکیں جن کے "دلوں پر قبضہ" جما چکی تھیں، یہ لوگ تین طلاقیں ایک ہی لفظ سے دیتے تھے، تاکہ وہ "نازآفرین حسینائیں" بھی مطمئن ہو جائیں کہ اب وہ شوہروں کے "دلوں پر تنہا حکمرانی" کر سکیں گی۔ (اور انہیں[2] رجوع کرنے کا حق بھی رہے گا۔) ——— فکر و نظر جلد ۲ ش ۷ ص ۱۷۷

خلیفۂ راشد نے "عربی عصبیت" کی خاطر قرآن کا حکم بدل دیا۔؟

حضرت عمرؓ اپنی قوم کے مزاج سے خوب واقف تھے، وہ جانتے تھے کہ اگرچہ وقتی جوش کے ماتحت عرب نوجوان عجمی عورتوں کے حسن و جمال کے گرویدہ ہو رہے ہیں، لیکن ان کی "عربی عصبیت" کا تقاضا یہی ہے، کہ وہ بالکلیہ عرب عورتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے، ایک ابھرتی ہوئی قوم کے لئے اپنی "قومی عصبیت" کا تحفظ بھی انتہائی ضروری ہوتا

۱۔ یاد رہے کہ محمد حسین ہیکل اور محمد امین مصری، مصر کے فضل الرحمان اور پرویز ہیں، محمد حسین صاحب نے "اغلب گمان یہ ہے" کیسا قصہ یہ ساری افسانہ طرازی کی ہے جس کا وجود ان کے "اغلب گمان" سے خارج میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ خالص "مغاربہ" اور ان کے "ہمرنگ مشارقہ" کا اندازِ "ناول نویسی" ہے، بدقسمتی ہے کہ یہ لوگ خلفاء راشدین، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بھی "ناول اور افسانہ" کے رنگ میں لکھنے پڑھنے کے خوگر ہیں، ان کی تحقیقات کا بیشتر حصہ محض فرضی ہوتا ہے ———

۲۔ یہ بین القوسین کا اضافہ "فاضل وفقیہ مقالہ نگار" کی جانب سے ہے، ورنہ ہیکل کو بھی یہ نہیں سوجھی۔

ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس عربی عصبیت کو برقرار رکھنے کیلئے اس سے (تین طلاقوں کے نافذ کرنے سے) یہ فائدہ اٹھایا۔" (فکر و نظر جلد ۲ ش ۷، ص ۴۲۲ - ۴۲۳)

یہ فیصلہ قرآنی حکم کی روح کو پامال کرنے اور اس کے استخفاف و استہزاء پر مشتمل ہے

اس مضمون کی پچھلی قسط میں ہم لکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم کی رو سے طلاقیں صرف تین مرتبہ الگ الگ وقفے کے ساتھ ہو سکتی ہیں، اور ایک عدت کے شروع میں ایک طلاق ہی ہو سکتی ہے، پہلی دو مرتبہ کی طلاقوں میں مرد کو رجوع کر لینے کا حق ہوتا ہے، اور تیسری مرتبہ کی طلاق میں رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا، قرآن کریم کی رو سے کئی کئی طلاقیں (دو یا تین) ایک وقت میں نہیں دی جا سکتیں۔ اور نہ مختصر وقفوں کے ساتھ ہی۔ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق کر کے۔ دی جا سکتی ہیں۔ یہ صورت قرآنی حکم کی روح کو پامال کرنے اور اس کے استخفاف و استہزاء پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بیک وقت کئی کئی طلاقیں دے دینے سے بھی بری ہے۔ (ایضاً ص ۴۲۴ - ۴۲۵)

صحابہ، تابعین، اور ائمہ فقہاء کا فیصلہ محرف حکم کی اتباع میں تھا

صحابہ، تابعین، اور ائمہ فقہا کی اکثریت کا فیصلہ دراصل حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے ماتحت تھا، لہٰذا اگر وہ وجوہ موجود نہیں ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے باعث بنی تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے، کہ قرآن کریم، سنت رسول اور قیاس، اور مصالح عامہ کو مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہے، اور جو فیصلہ (قرآن کریم، سنت رسول، قیاس اور مصالح عامہ ان سب کے علی الرغم۔ ناقل) وقتی ضروریات اور ہنگامی مصالح (یعنی قومی عصبیت کی حفاظت۔ ناقل) کے ماتحت کسی ایک وقت میں ضرورۃً کر لیا گیا تھا۔ (اور اس پر بقول خود ان کے اجماع منعقد ہو گیا تھا۔ ناقل) اسے دوامی حیثیت دے دی جائے۔ (ایضاً ص ۴۲۶)

نتیجہ! نتیجہ!! نتیجہ!!! "لہٰذا چونکہ وہ ضرورتیں اور مصلحتیں، جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیدا ہو گئی تھیں (جن کی وجہ سے ان کے بقول قرآن کے اصل حکم کو بدل کر روح حکم کے استخفاف و استہزاء اور اسکی پامالی کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ ناقل) اب باقی نہیں رہیں، اس لئے ہمیں اصل حکم کیطرف لوٹنا چاہیئے، جو شریعت اسلامی نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے" (اور ہمیں فرضی ضرورتوں کیلئے، معاذ اللہ، حضرت عمرؓ صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہاء کیطرح شریعت اسلامی کے "اصل حکم" کو بدل کر ان قبیح جرائم کے ارتکاب کی مزید غلطی نہیں کرنی چاہیئے، اور جو مطلقہ عورتیں حضرت عمر، صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہاء کے فیصلہ کے موافق اپنے شوہروں کیلئے قطعی حرام ہو گئی ہوں، انہیں مطلقہ رجعیہ قرار دیکر تین طلاق دینے والے شوہروں کے پاس ٹھہرنے پر قانوناً مجبور کرنا چاہیئے۔ اسطرح "عائلی شریعت" کی روح بھی خوش ہو جائیگی، اور زناکاری کیلئے "شرعی جواز" بھی پیدا ہو جائیگا، اور خاندانی منصوبہ بندی کی بدولت "بن باپ کے بچوں" کی تعداد میں اگر کچھ کسر رہ جائیگی تو اس "شرعی جواز" سے پیدا شدہ "فرضی باپ کے بچوں" سے وہ بھی پوری ہو جائیگی۔ ناقل) وما علینا الا البلاغ (جلد ۲ ش ۷ ص ۴۲۷)

ا؎ کون نہیں جانتا کہ اسلام قومی عصبیت کے بت توڑنے کیلئے آیا تھا، لیکن مقالہ نگار کے تفقہ کی داد دیجئے، کہ انہوں نے ہیگل صاحب کی "افسانہ نگاری" سے خلیفہ راشدؓ کے خلاف (معاذ اللہ) "قومی عصبیت کی برقراری کیلئے تحریف حکم قرآن" کی دستاویز بھی مرتب کر لی۔ اور اسی محرف حکم پر صحابہ و تابعین کے جمع ہو جانے کو بھی جائز قرار دے لیا ـــــ۔